

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد
شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی
اسلام آباد

سید بلاقی کے معراج نامے کی ایک اور روایت

Syed Balaqi is an eminent poet of Qutb Shahi period. His "Mairaj Nama" is considered one of the significant poetic texts of Deccan epoch. It is, basically, a verse translation of a Persian "Mairaj Nama" but the poet, through his artistic dexterity, has turned it into a creative piece. Not only this "Mairaj Nama" was popular in its own time but it also impacted the later ages. The handwritten manuscripts of Balaqi's 'Mairaj Nama' are preserved in different libraries of the world. In the present article, another text of this 'Mairaj Nama' is introduced. This manuscript belongs to Makhdoma Ameer Jaan Library, Narrali, Tehsil Gujar Khan, Rawalpindi. The life sketch of Syed Balaqi and the poetic style of Qutb Shahi period are also aesthetically evaluated in the article.

[۱]

سولھویں صدی کے آغاز میں جب جنوبی ہند میں بہمنی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا تو مختلف صوبوں میں مرکز سے گریز پائی اور خود مختاری کے رجحان میں بھی تیزی آ گئی اور یکے بعد دیگرے کئی صوبے مرکز سے الگ ہو کر خود مختار ریاست کے طور پر سامنے آئے۔ گول کنڈا کی قطب شاہی ریاست بھی انھی نوآزاد و خود مختار ریاستوں میں سے ایک تھی۔ اس ریاست کا پہلا فرماں روا سلطان قلی تھا جس کا عہد حکومت ۹۲۴ھ / ۱۵۱۸ء سے ۹۵۰ھ / ۱۵۴۳ء تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ ریاست لگ بھگ ایک سو اسی سال تک قائم رہی۔ سلطان قلی سے لے کر ابوالحسن تک کل آٹھ فرماں روا اس کے تخت پر متمکن رہے۔ آخری فرماں روا ابوالحسن تھا جو ۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۶ء تک اس ریاست کا حکمران رہا۔ ریاست کے جملہ حکمران علم و فضل میں یگانہ تھے اور شعر و ادب اور فنون لطیفہ کا سترا مذاق رکھتے تھے بلکہ کئی فرماں روا تو فارسی، تہلکی اور دکنی (اُردوئے قدیم) کے باقاعدہ اور مسلمہ شاعر تھے۔ خاص طور پر محمد قلی قطب شاہ کا شمار اپنے عہد کے سربر آوردہ اور استاد شعرا میں ہوتا تھا۔ وہ اُردو اور تہلکی کے قادر الکلام سخن ور تھے۔ انھیں اُردو کا پہلا صاحب کلیات شاعر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ان کا کلیات پچاس ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔ قطب شاہی ریاست اگرچہ ایک چھوٹی سی ریاست تھی مگر مختلف علوم و فنون کے فروغ میں اس ریاست نے فعال اور مثالی کردار ادا کیا۔ بادشاہوں کے ذوق و شوق نے ریاست کو صحیح معنوں میں علم و ادب اور فنون و ہنر کا گہوارہ بنا دیا۔ اہل فضل و کمال اور شعرا و ادبا کی قدردانی میں جملہ بادشاہوں

نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس قدر افزائی کے باعث دور دراز سے صاحبانِ علم اور کلامانِ فن ریاست میں جمع ہونے لگے۔ علم و ادب کے فروغ میں قطب شاہی ریاست کے کردار کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی رقم طراز ہیں:

”قطب شاہی سلطنت ایسی بڑی سلطنت نہیں تھی کہ دوسری کوئی سلطنت اس کا مقابلہ نہ کر سکے، لیکن اس سلطنت نے علم و ادب اور تہذیب و تمدن کے چراغ کو اس طور روشن کیا کہ آج تک تاریخ میں خود اس کا نام روشن ہے۔“

قطب شاہی ریاست کے قیام سے قبل اگرچہ پورے دکن میں اُردو زبان پھیل چکی تھی۔ یہ ہمہنی سلطنت کے مختلف صوبوں میں لوگوں کے مابین رابطے اور بول چال کا ذریعہ بھی بن رہی تھی اور اس میں شعرا و سخن بھی دینے لگے تھے مگر ہنوز یہ تشکیلی دور سے گزر رہی تھی اور اس نے کوئی کامل صورت اختیار نہ کی تھی۔ اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ مقامی بولیاں ابھی تک اس پر پوری طرح سایہ فگن تھیں اور عربی فارسی جیسی توانا زبانوں سے اس کا اختلاط کم تھا۔ قطب شاہی سلطنت میں دکنی زبان کو عربی بالخصوص فارسی سے آشنا ہونے اور فائدہ اٹھانے کا پورا موقع ملا۔ چوں کہ ریاست کی سرکاری زبان فارسی تھی اس لیے فارسی کا چلن عام تھا۔ ریاست کے حکمران فارسی بولتے تھے اور دکنی سے بھی انھیں انسیت تھی؛ اس تعلق خاطر کے باعث دکنی کو پوری طرح فارسی سے بغل گیر ہونے کا موقع مل گیا۔ فارسی کی لفظیات، اصناف اور بیان کے نئے اسالیب نے دکنی زبان کی ثروت اور وقعت میں اضافہ کیا۔ قطب شاہی ریاست سے وابستہ اور گول کنڈا میں مقیم دکنی شعرا نے فارسی کے خوانِ ادب سے ریزہ چینی کی اور دیکھتے ہی دیکھتے دکنی زبان اظہار و بیان کی بلند یوں کو چھونے لگی۔ قطب شاہی ریاست کے اہم شعرا میں فیروز بیدری، محمود، ملا خیالی، محمد قلی قطب شاہ، ملا وجہی، ابن نشاطی، غواصی، عبداللہ، قطبی، سید بلاتی، عبداللطیف اور معظم کے نام شامل ہیں۔ ان شعرا نے مثنوی، غزل، مرثیہ اور دیگر اصناف میں کلام کہا اور صرف اپنے زمانے کو متاثر نہیں کیا بلکہ مابعد کے زمانوں پر بھی ان کے اثرات پڑے۔ ان شعرا کے جذب و شوق اور سعی و کوشش نے اُردو زبان و ادب کے دائرے کو کشادگی عطا کی اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے اُردو اپنے قدموں پر کھڑی ہونے کے قابل ہوئی۔

[۲]

قطب شاہی دور کے شعرا میں سید بلاتی کا نام بھی شامل ہے۔ محققین اور تذکرہ نویسوں نے بلاتی کے معراج نامے کو قطب شاہی دور کی اہم شعری تصانیف میں شمار کیا ہے۔ سید بلاتی کی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے یہی وجہ ہے کہ ہم ان کی پیدائش، وفات، خاندان، خدمات اور شخصیت سے آگاہ نہیں۔ ان کا تعلق حیدر آباد کے ایک سید خاندان سے تھا۔ بعض محققین جیسے ڈاکٹر جمیل جالبی، نصیر الدین ہاشمی، مظفر عالم جاوید صدیقی وغیرہ کے مطابق وہ کسی دربار کے ساتھ منسلک نہ تھے؛ ان کے برعکس بعض صاحبانِ تحقیق جن میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور بھی شامل ہیں، بلاتی کے عبداللہ قطب شاہ کے دربار کے ساتھ وابستگی کے موید ہیں۔ ڈاکٹر زور اپنی معروف تصنیف دکنی ادب کی تاریخ میں لکھتے ہیں: ”سید بلاتی، عبداللہ قطب شاہ کے مقررین میں سے تھے۔“ (۲) ڈاکٹر ابوسعید نور الدین نے بھی ڈاکٹر زور کے موقف کی تائید کی ہے۔ (۳)

بلاتی کی دربار شاہی کے ساتھ وابستگی یا عدم وابستگی کی کوئی ٹھوس شہادت موجود نہیں تاہم ڈاکٹر جالبی کا یہ استدلال نہایت قوی ہے:

”بلاقی کسی دربار کے ساتھ وابستہ نہیں تھا اس لیے اپنے معراج نامہ میں سلاطین گول کنڈا کے عقاید کے برخلاف ”چار یاراں“ کی مدح بھی لکھی ہے۔“ (۴)

تذکروں اور تاریخوں سے سید بلاقی کی دو شعری تصانیف معراج نامہ اور نور نامہ کا پتا چلتا ہے۔ بلاقی کی ثانی الذکر تصنیف کا ذکر کم کم ہوا ہے تاہم معراج نامہ کے حوالے مختلف تذکروں اور تاریخوں میں مل جاتے ہیں۔ معراج نامہ اپنے عہد کی معروف کتب میں شامل ہے اور اس کے قلمی نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ معراج نامہ طبع زاد تصنیف نہیں بلکہ یہ کسی فارسی معراج نامے کا دکنی میں ترجمہ ہے۔ سید بلاقی خود رقم طراز ہیں:

کہ معراج نامے کی سنیو خبر
حکایت جو بولا ہوں میں مختصر
کیا فارسی کو سو دھنی غزل
کہ ہر عام ہور خاص سمجھیں سگل
جو سید بلاقی نبی کا غلام
قصہ یو کہیا ہے لطف سوں تمام (۵)

یہ کس فارسی معراج نامے کا ترجمہ ہے، معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ زبان اتنی صاف اور بیان اتنا رواں دواں ہے کہ اس پر طبع زاد تخلیق کا گمان گزرتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

”اس کی زبان تکلف و تصنع سے پاک ہے اور اظہار بیان صاف اور رواں ہے۔ اس میں غیر مانوس مقامی الفاظ کا استعمال اس دور کے دوسرے معراج ناموں کی نسبت سے کم ہے۔ بلاقی کی سادگی اور قدرت بیان کے سبب یہ معراج نامہ طبع ترجمہ سے زیادہ طبع زاد نظر آتا ہے۔“ (۶)

معراج نامہ اپنے عہد میں ہی مقبول نہ ہوا بلکہ بعد کے زمانوں میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ اس کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر جالبی لکھتے ہیں:

”سید بلاقی نے ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء میں معراج نامہ کے نام سے ایک نظم لکھی جس کے نسخے پیرس، لندن، حیدر آباد اور کراچی کے کتب خانوں میں  ہیں۔ ان نسخوں کی کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معراج نامہ اپنے دور میں بہت مقبول تھا اور محفل میلاد کی معاشرتی و مذہبی ضرورت کے پیش نظر لکھا گیا تھا:

اگر کوئی پڑھے گا تو اوسکوں ثواب
نہ کہنے میں آتا ہے اوسکا حساب

اس کی بحر رواں ہے جسے مخصوص ترنم میں لے کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔ بلاقی کا یہ معراج نامہ ایک صدی سے زیادہ عرصے تک اتنا مقبول رہا کہ باقر آگاہ (م: ۱۱۲۰ھ/۱۷۰۸ء) نے ہشت بہشت میں اور شہمیر کے مرید شاہ کمال (م: ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۳ء) نے اپنے معراج نامہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔“ (۷)

یورپ اور دکن کے مختلف کتب خانوں میں معراج نامہ کے نسخوں کی موجودگی کی اطلاع دیتے ہوئے سید نصیر الدین ہاشمی رقم طراز ہیں:

”ان کی ایک تصنیف معراج نامہ ہے جو یورپ اور حیدرآباد کے کئی کتب خانوں میں موجود ہے۔ چنانچہ کتب خانہ سالار جنگ، کتب خانہ آصفیہ (سنٹرل لائبریری) اور ادبیاتِ اُردو میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ یہ کتاب ایک عرصہ تک مقبول رہی اور اس کے نسخے لکھے جاتے رہے۔“ (۸)

معروف مستشرق گارسیں دتاسی اپنی تصنیف ”تاریخ ادبیاتِ اُردو“ میں بلاقی اور معراج نامہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”دکن کے رہنے والے تھے، انھوں نے ایک مثنوی لکھی ہے جس میں محمد کے واقعہ معراج کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کا نام ”معراج نامہ“ ہے۔ میرے پاس نسخہ رسم الخط میں ۱۳ مختلف مثنویوں اور غزلوں کا ایک مجموعہ ہے جس میں ”معراج نامہ“ بھی شامل ہے۔ اس مجموعے کو محمد ابراہیم گیتی کے لڑکے شیخ احمد نے نقل کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۲۱۹ھ/۵-۱۸۰۳ء میں مرتب ہوئی اور اس کے آخر میں شیخ احمد نے اپنے چند اشعار بھی درج کیے ہیں۔ اسپرنگر کے مطابق غدر سے پہلے اس کتاب کے متعدد نسخے لکھنؤ میں موجود تھے۔“ (۹)

معراج نامہ کے سال تصنیف اور اس کے اشعار کی تعداد کے بارے میں محققین میں اختلاف ہے۔ نصیر الدین ہاشمی کے بقول معراج نامہ بلاقی ۱۰۶۵ھ میں تصنیف ہوا۔ ان کے زیر استعمال نسخہ کتب خانہ سالار جنگ میں بلاقی نے تاریخ تصنیف کو یوں نظم کیا ہے:

قصہ یہ ہوا سب خلق میں عجب
کیا چاند شش میں سو ماہِ رجب
ہزار ایک پنج شست تھیں سال میں
سو اتوار کے روز خوشحال میں ۱۰

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس کا سال تخلیق ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء کو قرار دیا ہے اور ان کے بقول:

”انجمن ترقی اُردو پاکستان کے علاوہ آٹھ اور قلمی نسخے میری نظر سے گزرے ہیں جن میں سنہ تصنیف ۱۰۵۶ھ دیا گیا ہے۔“ (۱۱)

ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے معراج نامہ کا سال تخلیق ۱۶۶۹ء قرار دیا ہے اور اشعار کی تعداد ۱۵۰۰ بتائی ہے۔ (۱۲) ڈاکٹر ابوسعید نور الدین کے بقول: ”ان کی مذہب مثنوی ”معراج نامہ“ جو کہ کسی فارسی معراج نامہ کا اُردو ترجمہ ہے اور پندرہ سو اشعار پر مشتمل ہے۔ ۱۶۶۰ء میں تالیف ہوئی۔“ (۱۳) محمد مظفر عالم جاوید صدیقی کے مطابق معراج نامہ کے اشعار کی تعداد ۱۵۲۵ ہے۔ (۱۴)

بلاقی کے معراج نامے کی زبان صاف اور رواں دواں ہے انھوں نے معراج کے مستند واقعات و احوال کے ساتھ ساتھ معاشرے میں موجود بعض غلط روایات بھی نظم کر دی ہیں، جن کی گرفت شاہ کمال نے اپنے معراج نامے میں کی

ہے۔ ڈاکٹر جالبی لکھتے ہیں:

”اس مثنوی کی عبارت تکلف و تصنع سے پاک ہے اور اظہارِ بیان سیدھا سادہ ہے۔ عوامی رنگ پیدا کرنے کے لیے بلاقی نے ایسی ضعیف روایات کو بھی شعر کا جامہ پہنایا ہے جو عوام میں مقبول و رواج تھیں مثلاً: یہودی کی وہ روایت جس میں بتایا گیا ہے کہ جیسے ہی وہ نہانے کے لیے پانی میں اُترا اور ڈبکی لگائی تو ایک حسین و جمیل عورت کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ عورت بننے کے بعد اس کے حسن و جمال کی تعریف بلاقی نے ویسے ہی مبالغہ آمیز انداز میں کی ہے جیسی ہمیں بدیع الجہال، زلیخا، مشتری، چندر بدن اور سمن بروغیرہ کے ذکر میں ملتی ہے۔“ (۱۵)

معراج نامہ کے علاوہ سید بلاقی کی دوسری تصنیف نور نامہ کے اکاؤنٹ بھی مل جاتے ہیں؛ بلاقی کا نور نامہ چھ سو اشعار پر مشتمل ہے۔ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود نور نامے میں اس کا سالِ تصنیف ۱۰۶۲ھ نظم ہوا ہے:

ز ہجرت ہزار یک چوسٹ اوپر
نبی بعد ز اں یوں مرے کھٹ اوپر
کہ آیا جگت میں گنہ کچھ کہیا
کہیا ہو کر کیا کچھ نشانی کر گیا ۱۶

[۳]

سید بلاقی کے معراج نامہ کا ایک نجیب الطرفین نسخہ مخدومہ امیر جان لائبریری، نزالی تحصیل گوجر خان ضلع راول پنڈی میں موجود ہے۔ شمال مغربی پنجاب کے ایک دور افتادہ گاؤں کے کتب خانے میں اس نسخے کی موجودگی اُردوئے قدیم کے ساتھ اس علاقے کی وابستگی اور دل چسپی کا اظہار یہ ہے۔ کتب خانے کے مالک و مہتمم صاحبزادہ حسن نواز شاہ کی توجہ اور عنایت سے راقم کو یہ نسخہ دیکھنے اور پڑھنے کا موقع ملا۔ نسخے کی کیفیت، قدر و قیمت اور امتیازات پر کلام کرنے سے پیش تر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نسخے کے خال و خط اور معارض و مواقف پر ایک نظر ڈال لی جائے:

عنوان : معراج نامہ

[کہ جس پاس معراج نامہ اچھے۔۔ کہ اوس کوں بلا بھوت نہ آ سکے ص ۶۲]

شاعر مترجم : سید بلاقی

[کہ سید بلاقی نبی کا غلام ص ۶۳]

کاتب : نامعلوم الاسم

زمانہ کتابت : ندارد

ضخامت : ۶۳ صفحات

تقطیع : طول: ۱۹ س م عرض: ۱۲ س م۔

حوض : طول: ۱۴ س م عرض: ۷ س م۔

کاغذ : گہرا بادامی، ملائم، مشینی۔

سطور : اوسطاً ۱۲ فی صفحہ۔
خط : نستعلیق، پختہ، خوانا۔
ترقیمہ : ندارد۔

ابتدا:

اول نام اللہ جو بولون ابد
ثنا اور صفت اور کرون بیحد
ثنا اوس اوپر نت سزاوار ہی
کرن ہار قدرت مین کرتار ہی

انتہا:

پہیچی اونکی سبہ خاندانگون پہرنی
پہیچی اوسکے کلمہ محمد پہرنی
خدایا تو انکون بھی رکھنا مدام
بحق محمد علیہ السلام

کیفیت:

معراج نامہ کا زیر نظر مخطوطہ ایک جلد میں ہے۔ اس جلد میں معراج نامہ سید بلاتی کے علاوہ قدیم اُردو کا ایک اور پنجابی کے چار رسائل شامل ہیں۔ جلد میں شامل تمام رسائل کا کاتب ایک ہے مگر کہیں بھی اس نے اپنا نام نہیں لکھا۔ اکثر رسائل ترقیمے سے عاری ہیں، اگر کہیں ہے تو صرف رسالے کا نام اور تمت تمام کے الفاظ ہیں۔ کاتب فن کتابت کے اسرار و رموز کا شناسا ہے اور اس فن میں مہارت رکھتا ہے۔ خط نستعلیق اور نسخ دونوں میں اس کا قلم رواں اور خوش نویس ہے۔ اُردو، عربی، فارسی اور پنجابی زبانوں سے اُس کی شناسائی ظاہر ہوتی ہے کیوں کہ ان زبانوں کے الفاظ اس نے درست نقل کیے ہیں اور اکثر الفاظ کا املا درست ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسائل کاتب نے اپنے لیے کتابت کیے ہیں، تمام رسائل ایک ہی زمانے میں کتابت ہوئے ہیں۔ ترقیمہ کی ناموجودگی کے باعث عرصہ کتابت کا علم نہیں تاہم طرز املا اور کاغذ کی کھنکی کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ نسخہ انیسویں صدی کے ابتدائی زمانے کا مکتوبہ ہے۔ جلد میں شامل باقی رسائل کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ اُردو رسالہ ولادت رسول ﷺ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ آپ کی شادی کی روایات و تفصیل کا حامل ہے۔ شاعر اور رسالے کا نام کہیں درج نہیں۔ زبان و بیان اور داخلی شہادتیں اسے معراج نامہ سید بلاتی کا ہم عصر ثابت کرتی ہیں۔ ایک شعر میں معظم کا لفظ شاعر کی طرف اشارہ کناں ہے شاید یہ قطب شاہی دور کے شاعر معظم کی تخلیق ہو۔ شعر یہ ہے:

بہت تخم معظم جو ہیں کشت کی
خدا تا جو جامہ دیوینی بہشت کی

اس رسالے کے ابتدائی اور آخری اشعار یوں ہیں:

ابتدا:

خدا نے جو چاہا تولد کریں
کہ پیدا کروں میں محمد کے تئیں
آیا حکم یوں کر کے جبریل کوں
کرے جا کے جنت سیتی قبل کوں[؟]

انتہا:

مجھے دو جہاں میں غنی تم کرو
ایہاں اور ادہاں ہاتھ سر پر دھرو
فضل ساتھ رکھنا کہے یہ غریب
لقا اور شفاعت کو کریو نصیب

۲۔ اخبار الآخرت از درویش محمد [پنجابی کا معروف فقہی رسالہ]

۳۔ قصہ حضرت فاطمہؑ از عبدالواحد (پنجابی نظم)

۴۔ دعائے سریانی مع منظوم پنجابی ترجمہ (مترجم: احمد یار)

۵۔ رسالہ میت نامہ از نور محمد (پنجابی کا قدیم فقہی رسالہ)

نسخہ اگرچہ آب دیدہ اور پا بُریدہ ہے مگر اس کے باوجود تمام رسائل کا متن سلامت ہے اور کوئی مقام ایسا نہیں جسے پڑھنے میں دقت ہو۔ معراج نامہ تریٹھ صفحات پر محیط ہے۔ شعر کے دونوں مصرعے آمنے سامنے کتابت کیے گئے ہیں۔ معراج نامے کے عنوانات فارسی میں ہیں اور ان کے لیے شگرفی رنگ کی روشنائی استعمال کی گئی ہے۔

امتیازاتِ املا:

معراج نامہ کا املا قدیم رنگ و آہنگ کا حامل ہے۔ کاتب کے پیش نظر کوئی قدیم تر نسخہ رہا ہے۔ امتیازاتِ املا کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ۱۔ پورے مخطوطہ میں نون غنہ کو ”ن“ لکھا گیا ہے۔ مثلاً بولون، ہین، مین، سین، تون بجائے بولوں، ہیں، میں، سین، توں۔
- ۲۔ کاف ہندی (گاف) کو پورے مخطوطہ میں ایک مرکز کے ساتھ ”ک“ لکھا گیا ہے؛ جیسے: دکر، کھر، اکی، مکر، جنگل بجائے دگر، گھر، اگے، مگر، جنگل۔
- ۳۔ تائے ہندی (ٹ)، دالِ ہندی (ڈ) اور رائے ہندی (ڑ) کو پورے نسخے میں ”ت“، ”د“ اور ”ز“ لکھا گیا ہے۔ مثالیں دیکھیں: کہنت، ماحی، کھرا، بد بجائے گھوگٹ، مائی، کھڑا، بڑا۔
- ۴۔ پورے نسخے میں ہائے دوچشی (ھ) کا استعمال نہیں کیا گیا۔ جھ، چھ، بھ، تھ، کھ، گھ کے حامل الفاظ کو جھ، چھ، تھ، کہ، گھ سے لکھا گیا ہے۔ چند مثالیں دیکھیے: تہا، پچھا، مکہ، کہری، مہی بجائے تھا، بیٹھا، مکھ، کھڑے، مجھے۔
- ۵۔ اکثر الفاظ کو ملا کر لکھا گیا ہے؛ جیسے: رکھوٹکا، دہنی، جکون، منکر بجائے رکھوں گا، دل منے، مجھ کوں، سن کر۔

اہمیت:

معراج نامہ کا زیرِ نظر مخطوطہ کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔ معراج نامہ سید بلاقی کے ہندوستان سے شائع ہونے کی اطلاع اگرچہ بعض کتب سے ملتی ہے تاہم اس کا انتقادی متن ابھی تک منظرِ عام پر نہ آسکا۔ معلوم نسخوں کی مدد سے جب معراج نامہ سید بلاقی کا انتقادی متن تیار ہوگا تو زیرِ نظر نسخہ بھی مددگار ہوگا۔ زیرِ نظر معراج نامہ کل ۷۳۴ اشعار کو محیط ہے۔ نسخہ آغاز و انجام سے مکمل اور واقعہ پورا ہے۔ جن محققین نے معراج نامہ کے اشعار کی تعداد پندرہ سو یا اس سے تجاوز بتائی ہے، ان نسخوں سے اس کا تقابل نئی صورتوں کو سامنے لانے کا محرک ٹھہرے گا۔ زیرِ نظر نسخہ میں معراج نامہ کا سال تخلیق بھی مختلف ہے۔ متعلقہ اشعار دیکھیے:

قصہ یون ہو یا سبہ خلق میں عجب

کیا روزِ سولان و ماہِ رجب

عینی کی ہجر مو تھا ایک ہزار

کہ روزِ نمین تھا روزِ تب اتوار ۱۷

ان اشعار سے ۱۶/رجب ۱۰۰۰ھ بہ روزِ اتوار ظاہر ہوتا ہے جو دیگر محققین کے پیش کردہ سالِ تالیف سے قطعی مختلف ہے۔ ان اختلافات کے باعث معراج نامہ کا زیرِ نظر نسخہ اہمیت کا حامل ہے اور تدوینِ متن میں اس نسخے کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

نمونہ کلام:

توں خالقِ خلق کا خلق پر کرم

جو بخشے کرم گر، سو تیرا رحم

تو قادر ہیں قدرت کی تجھ میں سکت

تو دیوے اوسے وہ جو تجھ کن مگلت

خدایا میں مگلتا ہوں یوں تجھ کئی

کہ تیرے نبی کی صفت بولنی ۱۸

☆

کہ مسجدِ اقضا تھا اس تھار پر

نبی اُترے جا ک کے مسجدِ بھیتر

اگے اس مسجد کے دروازہ در

پڑا تھا پتھر ایک اس تھار پر

نبی بول بسم اللہ چلے تھے بھیتر

رکھا تھا قدم اپنا جو اس تھار پر

پتھر نے کیا شور اس تھار سوں
لگا شور کرنے نبی سوں کہ یوں ۱۹

☆

تیرے بھیت توں جانتا ہیں مگر
تیرا انت پاوے نہ کوئی دگر
تیریاں حکمتاں کی، سکت توں دھریں
جو جانے سو پل میں توں پیدا کریں ۲۰

☆

پنجم آسمان کے سو دربان کوں
کہ افتاح در حال دروازہ توں
موکل نے بولیا سو توں کون ہیں
کہ اس وقت آیا سو کیا کام ہیں
کہا میں ہوں جبرئیل مجھ ساتھ ہی
پیارا خدا کا محمدؐ نبی
کہ دروازہ کھولیا سو دروان نے
جو دیکھا کھڑا ہے نبی سامنے
کہ دیکھا اوہنے بولیا صلوات یوں
اوجالا پڑا خوش ہو مہتاب جیوں ۲۱

حوالہ جات

- ۱۔ تاریخ ادبِ اردو؛ جلد اول؛ ص ۳۸۲
- ۲۔ دکنی ادب کی تاریخ؛ ص ۷۳
- ۳۔ تاریخ ادبیاتِ اردو حصہ دوم؛ ص ۴۲۹
- ۴۔ تاریخ ادبِ اردو؛ جلد اول؛ ص ۴۹۳
- ۵۔ بہ حوالہ: دکن میں اردو؛ ص ۱۳۳
- ۶۔ اردو میں نعت گوئی؛ ص ۲۱۲
- ۷۔ تاریخ ادبِ اردو؛ جلد اول؛ ص ۴۹۳
- ۸۔ دکن میں اردو؛ ص ۱۳۲

- ۹۔ تاریخ ادبیاتِ اُردو: لیلیان سیکستن نازرو (مترجم)؛ ص ۲۱۵
- ۱۰۔ دکن میں اُردو؛ ص ۱۳۳
- ۱۱۔ تاریخ ادبِ اُردو، جلد اول؛ ص ۴۹۳
- ۱۲۔ دکنی ادب کی تاریخ؛ ص ۷۳
- ۱۳۔ تاریخ ادبیاتِ اُردو حصہ دوم؛ ص ۴۲۹
- ۱۴۔ اُردو میں میلاد النبی (تحقیق: تنقید: تاریخ)؛ ص ۲۷۸
- ۱۵۔ تاریخ ادبِ اُردو، جلد اول؛ ص ۴۹۴
- ۱۶۔ بہ حوالہ: اُردو میں میلاد النبی (تحقیق: تنقید: تاریخ)؛ ص ۲۸۱
- ۱۷۔ معراج نامہ: مخدومہ مخدومہ امیر جان لائبریری، نژالی؛ ص ۶۱
- ۱۸۔ ایضاً: ص ۲
- ۱۹۔ ایضاً: ص ۹
- ۲۰۔ ایضاً: ص ۳۴
- ۲۱۔ ایضاً: ص ۳۴

کتابیات

- ☆ ابوسعید نور الدین، ڈاکٹر: تاریخ ادبیاتِ اُردو۔ حصہ دوم (اُردو نظم)؛ لاہور؛ مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی؛ ۱۹۹۷ء۔
- ☆ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادبِ اُردو (جلد اول)؛ لاہور؛ مجلس ترقی ادب؛ اول، ۱۹۷۵ء۔
- ☆ ریاض مجید، ڈاکٹر؛ اُردو میں نعت گوئی؛ لاہور؛ اقبال اکادمی پاکستان؛ اول، ۱۹۹۰ء۔
- ☆ محمد مظفر عالم جاوید صدیقی: اُردو میں میلاد النبی (تحقیق، تنقید، تاریخ)؛ لاہور؛ فکشن ہاؤس؛ مارچ ۱۹۹۸ء۔
- ☆ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر: دکنی ادب کی تاریخ؛ دہلی؛ بگ ایپو ریم؛ س ن۔
- ☆ معین الدین عقیل، ڈاکٹر (مرتب): تاریخ ادبیاتِ اُردو (گارسین دتاسی)؛ لیلیان سیکستن نازرو (مترجم)؛ کراچی؛ پاکستان اسٹڈی سنٹر؛ ۲۰۱۵ء۔
- ☆ نصیر الدین ہاشمی؛ دکن میں اُردو؛ نئی دہلی؛ ترقی اُردو بیورو؛ ۱۹۸۵ء

